ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جولائی ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جولائی ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

فہرست

جلد نمبر ۲۹
شمارہ نمبر ۷

شرح چندہ

پاکستان ——— بیس روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ: دو روپے

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:- قاضی منیر احمد
مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ
کتابت:- حمید الدین

ادارِیہ

سچّی وَفا

جھیل میں اگر ایک کنکر پھینکا جائے تو اس کنکر کی وجہ سے اُٹھنے والی لہریں ہر سُو پھیلتی ہوئی تمام سطح پر محیط ہو جاتی ہیں اور اپنی اس حرکت میں خاموشی کے ساتھ ہر قطرۂ آب کو شامل کرتی چلی جاتی ہیں۔ کچھ ایسی ہی کیفیت روحانی آواز کی ہے کہ جب صفحۂ ہستی پر اس کے ذریعہ ارتعاش پیدا ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کی لہریں تمام عالم پر محیط ہونے لگتی ہیں۔

ہمارے پیارے امام نے ۳ ر جون اور ۱۰ ر جون ۱۹۸۸ء کے خطباتِ جمعہ میں مخالفینِ احمدیت کو جس طریقِ فیصلہ کی طرف دعوت دی ہے اس میں آیتِ مباہلہ کو آپ نے اپنی صداقت کا محک ٹھہرایا ہے اور اس طرح پوری جماعت میں نَبْتَہِلْ کا ساز چھیڑ دیا ہے اور دعا کے سُروں میں اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ نَبْتَہِلْ کے اپنے بُرے معنوں کی رُو سے تو مخاطب مخالفین ہیں لیکن اِبْتَہَلَ کا معنیٰ دُعا اور تَضَرّعَ ہے (المنجد) جس کے لئے ہمارے پیارے امام نے ہمیں مورخہ ۱۷ ر جون ۱۹۸۸ء کے خطبہ جمعہ میں توجہ دلائی ہے گویا پوری جماعتِ احمدیہ پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ اپنے آقا کے ساتھ دعاؤں میں شامل ہو کر تضرّع اور ابتہال کو انتہاء تک پہنچا دیں۔ چنانچہ دعا اور عبادت کے بارہ میں حضور اپنی ایک رؤیا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مَیں جماعت کو بڑے جوش سے خطاب کرتے ہوئے کم و بیش اسی قسم کے الفاظ میں کہتا ہوں :-

> "حضرت مسیح موعود ..... کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ خدا کی عبادت کو از سرِ نَو قائم کریں اور اگر تم حضرت مسیح موعود ..... کے سچے خادم ہو۔ اگر حضرت مسیح موعود ..... کے ساتھ سچّی وفا کرتے ہو تو زمین پر اس خدا کی عبادت کو قائم کرو جو آسمان پر ہے پھر مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم آسمان پر خدا کے عبادت گذار بندوں میں لکھے جاؤ گے اور حضرت مسیح موعود ..... کی نجات یافتہ جماعت میں داخل ہو گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ ر جون ۱۹۸۸ء)

چنانچہ عصرِ حاضر میں یہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی قوتِ قدسیہ کا اعجاز ہے کہ اطاعت کرنے والی، وفا کرنے والی اور جاں نثاری کا مظاہرہ کرنے والی جماعت پیدا کی۔ اس کے سچے وفاداروں نے جب بھی کوئی روحانی تحریک ہوئی اس میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ اسی روح کا تذکرہ فرماتے ہوئے حضور فرماتے ہیں :-

"ایک وہ ہے جن کو ایک ملک میں بھی کوئی جبر اور قوت کی دسترس حاصل نہیں۔ کسی ایک ملک کے کسی ایک حصّہ پر بھی حکومت حاصل نہیں اور اُس کے ماننے والوں۔ اُسکے پیچھے چلنے والوں کی جماعت دُنیا کے ۱۲۴ ممالک سے زائد علاقوں پر پھیلی پڑی ہے اور محض اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ان کے اہلِ وفا پر اعتماد کرتے ہوئے وہ کامل یقین کے ساتھ یہ جانتا ہے کہ جب وہ یہ آواز بلند کرے گا خدا کے نام پر۔ کہ نمازوں کے معیار کو بڑھاؤ تو تمام دُنیا سے ابراہیمی طیور کی طرح خدا کی پاک رُوحیں دوڑتی چلی آئیں گی اور لبیک لبیک کی آوازیں بلند ہوں گی اور دُنیا کے ہر کونے میں احمدی کی نماز کا معیار بلند ہونا شروع ہو جائے گا۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ر جون ۱۹۸۸ء)

بڑا ہی خوش قسمت وجود ہے وہ جو حضور کی اِن توقعات پر پورا اُترتے ہوئے خدا کی پاک روحوں کی فوج میں شامل ہوتا ہے اور مجاہد بن کر حضور کی طرف سے فرمودہ اِس جہاد میں شامل ہوتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں :-

"مَیں تمام دُنیا کی جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ اپنے گھروں کا جائزہ لیں جہاں عبادت میں کمزوری ہے اس کمزوری کو دُور کریں جہاں بچے نماز نہیں پڑھتے وہاں انہیں باقاعدہ نماز کی طرف متوجّہ کریں جہاں بڑے نماز نہیں پڑھتے وہاں ان بڑوں کو نماز کی طرف متوجّہ کریں جہاں عورتیں نماز نہیں پڑھتیں ان کو متوجہ کیا جائے جہاں مرد نماز نہیں پڑھتے ان کو متوجّہ کیا جائے۔ بیویاں خاوندوں پر نگران ہو جائیں اور خاوند بیویوں پر۔ ماں باپ بچوں پر نگران ہو جائیں اور وہ بچے جن کو خدا تعالیٰ نے خاص تقویٰ عطا کیا ہے اور اپنی خاص محبت بخشی ہے اور وہ پہلے ہی نمازوں کی طرف خاص طور پر توجّہ دیتے ہیں وہ اپنے ماں باپ پر نگران ہو جائیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ر جون ۱۹۸۸ء)

ابتہال میں نہایت درجہ رِقّت کے ساتھ دعا کا مفہوم پایا جاتا ہے اور تضرّع بھی آہ و زاری اور بلکنے

پر دلالت کرتا ہے۔ ضَرْعٌ پستان کو کہتے ہیں اور جب اِس سے فعل گائے یا بکری کے لئے استعمال ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ بچے کی پیدائش سے پہلے دودھ اُتر آیا۔ اسی طرح تضرع کے معنی ہوں گے دودھ کے لئے بچہ کا بلکنا۔ گویا خدا تعالیٰ کے پیار کا دودھ پہلے سے تیار ہے اور اب ان پستانوں میں آہ وزاری اور عاجزی سے حرکت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضور نمازوں اور دعا کے ذریعہ ایسی حرکت پیدا کرنے کے بارہ میں فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے یقین ہے کہ اس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ تمام دنیا میں جب نماز کے جہاد میں مشغول ہو جائے گی تو ان نمازوں میں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھے گا۔ ان نمازوں میں دعاؤں کی توفیق ملے گی۔ مباہلے کے مضمون پر غور کریں گے اور پھر خدا سے مدد مانگیں گے۔ ایک نالی آسمان کی طرف جاتی ہوئی خدا کی رحمت سے بھرپور نہیں ہوگی بلکہ لاکھوں لکھوکھا احمدی دلوں سے اُٹھنے والی نالیاں آسمان سے تعلق قائم کریں گی اور خدا کی رحمت کا دودھ ان سے نازل ہوگا اور بھر کر چلیں گی وہ۔ یہ ہے وہ تصور جو میں نے باندھا ہے کہ اگر جماعتِ احمدیہ نمازوں کو قائم کرے اور عبادت کی طرف متوجہ ہو تو گویا جگہ جگہ جس طرح بڑ کے درخت سے شاخیں نیچے اُترتی ہیں اور زمین سے تعلق قائم کر کے وہ زمین کا رس چوسنے لگتی ہیں اس کے برعکس نظارہ جماعتِ احمدیہ دکھائے کہ ہر زمین پر عبادت کرنے والے کے دل سے ایک نالی اُٹھے۔ ایک شاخ بلند ہو جو آسمان سے اپنا تعلق قائم کرے اور آسمان کی رحمت کا رس چوسنے لگے۔ یہ نظارہ اگر آپ سچا کر دکھائیں۔ اگر تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خدا کی سچی عبادت کرنے والے احمدی پہلے سے بہت بڑھ کر خدا کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ کل نہیں آج آپ یہ مباہلہ جیت چکے ہیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ رجون ۱۹۸۸ء)

اِس لئے اے پیارے امام کی محبت کا دم بھرنے والی پیاری جماعت اپنے اپنے گھروں میں سچی عبادت کے دیپ جلاؤ۔ اپنے اپنے قلوب میں حرارتِ ایمانی کی شمعیں روشن کرو۔ رمضانی کیفیات اپنے اُوپر وارد کرو تا حضور کی یہ پیاری خواہش ہر دل میں مچلنے لگے :-

"میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ رمضان جو ابھی چند دن پہلے آکے گذر گیا تھا عبادت کے لحاظ سے دوبارہ ہر احمدی گھر میں لوٹ آئے گا اور وہاں ٹھہر جانے کے لئے آئے گا۔ وہاں بس رہنے کیلئے آئیگا اور جہاں تک عبادت کا تعلق ہے یہ رمضان دائمی ہوگا اور کبھی احمدیوں کے گھروں کو چھوڑ کر واپس نہیں جائیگا۔"

امام الکلام

تو وہ مسل مقدمہ چاک کرنی پڑتی ہے

"دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی عقد ہمت اور توجہ اس قدر ہو کہ گویا ایک شخص کے زندہ کرنے کے لئے ہلاک ہو جائے۔ اور ایک شخص کو قبر سے باہر نکالنے کے لئے آپ گور میں داخل ہو۔ اس میں راز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے مقبول بندے اس سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں جیسا کہ ایک خوبصورت بچہ جو ایک ہی ہو اس کی ماں کو پیارا ہوتا ہے پس جبکہ خدائے رحیم وکریم دیکھتا ہے کہ ایک مقبول و محبوب اس کا ایک شخص کی جان بچانے کیلئے روحانی مشقتوں اور تضرعات اور مجاہدات کی وجہ سے اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی جان نکل جائے تو اس کو علاقہ محبت کی وجہ سے ناگوار گذرتا ہے کہ اسی حال میں اس کو ہلاک کر دے تب اس کے لئے اس دوسرے شخص کا گناہ بخش دیتا ہے جس کے لئے وہ پکڑا گیا تھا۔ پس اگر وہ کسی مہلک بیماری میں گرفتار ہے یا کسی اور بلا میں اسیر ولاچار ہے تو اپنی قدرت سے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جس سے رہائی ہو جائے اور بسا اوقات اس کا ارادہ ایک شخص کے قطعی طور پر ہلاک کرنے یا برباد کرنے پر قرار یافتہ ہوتا ہے لیکن جب ایک مصیبت زدہ کی خوش قسمتی سے ایسا شخص پُر درد تضرعات کے ساتھ درمیان میں آپڑتا ہے جس کو حضرت عزت میں وجاہت ہے تو وہ مسل مقدمہ جو سزا دینے کے لئے مکمل اور مرتب ہو چکی ہے چاک کرنی پڑتی ہے کیونکہ اب بات اغیار سے یار کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور یہ کیونکر ہو سکے کہ خدا اپنے سچے دوستوں کو عذاب دے۔"

(روحانی خزائن جلد ۲۱ براہین احمدیہ حصہ پنجم صہ ۲۲۷)

کلام الامام

دُعا اللہ تعالیٰ کے حضور پگھل جانے کا نام ہے

"حقیقت یہ ہے کہ مذہب کی جان اور اس کا خلاصہ اور اس کی رُوح اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف دعا ہی ہے مگر دعا اس امر کا نام نہیں کہ انسان صرف مُونہہ سے ایک بات کہہ دے اور سمجھ لے کہ دعا ہوگئی۔ دعا اللہ تعالیٰ کے حضور پگھل جانے کا نام ہے۔ دعا ایک موت اختیار کرنے کا نام ہے۔ دعا تذلّل اور انکسار کا مجسّم نمونہ بن جانے کا نام ہے۔ جو شخص صرف رسمی طور پر مُونہہ سے چند الفاظ دُہراتا چلا جاتا ہے اور تذلّل اور انکسار کی حالت اس کے اندر پیدا نہیں ہوتی جس کا دِل اور دماغ اور جس کے جسم کا ہر ذرّہ دعا کے وقت محبّت کی بجلیوں سے تھرتھرا نہیں رہا ہوتا وہ دعا سے تمسخر کرتا ہے۔ وہ اپنا وقت ضائع کرکے خدا تعالیٰ کا غضب مول لیتا ہے۔ پس ایسی دعا مت کرو جو تمہارے گلے سے نکل رہی ہو اور تمہارے اندر اس کے مقابل پر کوئی کیفیت پیدا نہ ہو۔ وہ دعا نہیں بلکہ الٰہی قہر کو بھڑکانے کا ایک شیطانی آلہ ہے جب تم دعا کرو تو تمہارا ہر ذرّہ خدا تعالیٰ کے جلال کا شاہد ہو۔ تمہارے دماغ کا ہر گوشہ اسکی قدرتوں کو منعکس کر رہا ہو اور تمہارے دل کی ہر کیفیت اس کی عنایتوں کا لُطف اُٹھا رہی ہو تب اور صرف تب تم دعا کرنے والے سمجھے جا سکتے ہو۔ یہ کیفیت پیدا ہونی بظاہر مشکل نظر آتی ہے مگر جس شخص کے ایمان کی بنیاد عشقِ الٰہی پر ہو اس کے لئے اس سے زیادہ آسان اور کوئی شئے نہیں بلکہ اس کی طبیعت کا یہ کیفیت ایک خاصہ بن جاتی ہے اور وہ ہر وقت اس سے لُطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے.....

.... جب اس کی زبان پر اَور اَور کلام جاری ہوتے ہیں اور اس کی آنکھوں کے آگے اَور اَور نظارے پھر رہے ہوتے ہیں اس کی رُوح اپنے مالک و خالق کے عتبۂ رحمت پر گری ہوئی اپنے لئے اور ساری دُنیا کے لئے طلبگارِ رحمت ہو رہی ہوتی ہے۔"

(تفسیر کبیر حضرت مصلح موعود جلد ششم صہ ۶۰۱)

عربی منظوم کلام

وَ اِنِّیْ قَدْ خَرَجْتُ اِلٰی ذُکَاءٍ ۔۔۔ فَفَارَتْ عَیْنُ نُوْرٍ مِّنْ فُؤَادِیْ

بے شک میں ایک سورج کی طرف نکل کھڑا ہوا ہوں پس میرے دل میں نور کا چشمہ پھوٹ پڑا ہے

بِحَمْدِ اللّٰہِ اِنَّ الْحِبَّ مَعَنَا ۔۔۔ وَمَا یُرْمٰی مَتَاعِیْ بِالْکَسَادِ

الحمد للہ کہ ہمارا محبوب ہمارے ساتھ ہے ۔۔۔ اور میرا اسباب ماند نہیں پڑ سکتا

وَیُدْنِیْنِیْ بِحَضْرَتِہٖ بِلُطْفٍ ۔۔۔ وَیَسْقِیْنِیْ مُدَامَ الْاِتِّحَادِ

وہ اپنی بارگاہ میں اپنی مہربانی سے مجھے اپنا قرب بخشتا ہے اور وہ مجھے اتحاد کی شراب پلاتا رہتا ہے

وَاِنَّ ھِدَایَۃَ الْفُرْقَانِ دِیْنِیْ ۔۔۔ وَاَدْعُوْکُمْ اِلٰی نَھْجِ السَّدَادِ

قرآن کی ہدایت ہی میرا دین و مذہب ہے اور تم کو بھی میں راستی کے رستوں کی طرف بلاتا ہوں

فَقُمْ اِنْ شِئْتَ کَالْاَحْبَابِ طَوْعًا ۔۔۔ وَاِمَّا شِئْتَ فَاجْلِسْ فِی الْاَعَادِیْ

اگر تو چاہتا ہے تو دوستوں کی طرح خوشی سے کھڑا ہو جا ورنہ دشمنوں میں ہی بیٹھا رہ

وَقَدْ بَارَی الْعَدُوُّ بِعَزْمِ حَرْبٍ ۔۔۔ وَبَارَزْنَا فَیَا قَوْمِیْ! بَدَادِ

دشمن نے لڑائی کے ارادہ سے ہمارا مقابلہ کیا اور ہم نے بھی مقابلہ کیا پس اے میری قوم انصاف کر

وَکَانَ نَصِیْحَۃٌ لِلّٰہِ فَرْضِیْ ۔۔۔ فَقَدْ بَلَّغْتُ فَرْضِیْ بِالْوِدَادِ

خدا کے لئے نصیحت کرنا میرا فرض تھا پس میں نے محبت کے ساتھ اپنا فرض ادا کر دیا ہے

(روحانی خزائن جلد ہفتم تحفہ بغداد صـ ۱۴)

فارسی منظوم کلام

اے خدا اے چشمۂ نورِ ہدیٰ — از کرم ہا چشمِ ایں اُمّت کشا

اے خدا۔ اے ہدایت کی روشنی کے چشمے مہربانی فرما کر اس اُمّت کی آنکھیں کھول دے

یک نظر کن سُوئے ایں رازِ نہاں — تا رہی اے طالب از وہم و گماں

اس پوشیدہ راز کی طرف ایک نظر کر تاکہ اے طالب تُو وہم اور شبہات سے نجات پائے

ہر آں کاریکہ گردد از دعائے محوِ جانانے — نہ شمشیرے کند آں کار نے بادے نہ بارانے

دلبر کے عاشق کی دُعا سے جو کام ہو جاتا ہے وہ کام نہ تلوار کر سکتی ہے نہ ہَوا نہ بارش

عجب دارد اثر دستے کہ دستِ عاشقش باشد — بگرداند جہانے را ز بہرِ کارِ گریانے

اس کے عاشق کے ہاتھ میں عجب تاثیر ہوتی ہے خدا اس رونے والے کا کام بنانے کیلئے ایک دُنیا کو پلٹ دیتا ہے

اگر جُنبد لبِ مردے ز بہرِ آنکہ سرگرداں — خدا از آسماں پیدا کند ہر نوعِ سامانے

اگر اس آدمی کا ہونٹ ہلتا ہے جو خدا کا عاشق ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے ہر طرح کے سامان پیدا کر دیتا ہے

ز کار افتادہ را بر کار مے آرد خدا زیں رہ — ہمیں باشد دلیلِ آنکہ ہست از خلق پنہانے

خدا اِس طرح ایک ناکارہ انسان سے کام لیتا ہے اور یہی اس مخفی ہستی کی موجودگی کا ثبوت ہے

مگر باید کہ باشد طالبے صابر و صادق — نہ بیند روزِ نومیدی وفادار از دل و جانے

مگر چاہیئے کہ اس کا طالب صابر اور سچا ہو اس کا دِلی وفادار نامرادی کا دن نہیں دیکھتا

(درِ ثمین فارسی بار اول صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰)

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعتِ احمدیہ

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ر جون ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہد و تعوذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ آلِ عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:-

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○

فرمایا کہ اس آیت کا تعلق مباہلہ اور اس کے اصول اور اس کے طریق کار سے ہے۔

حضور نے فرمایا کہ رمضان المبارک میں اِن آیات کے درس کے دوران میری توجہ اس طرف پھیری گئی کہ قرآنی اصول کے مطابق جماعتِ احمدیہ کی پہلی صدی کے اختتام پر حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سو سال سے کی جانے والی تکذیب کا جواب مباہلہ کے چیلنج کی صورت میں دیا جائے۔ حضور نے اِس قرآنی آیت کی شانِ نزول اور مختصر تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے عیسائیوں کے وفد کی آمد اور الوہیتِ مسیح اور وحدانیت کے متعلق بحث کرنے اور باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ مؤثر دلائل کے سُننے اور سمجھنے کے عیسائیوں کی طرف سے تکذیب پر اصرار کے نتیجہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

پھر فرمایا اِس آیت میں غلط بات پر ایمان رکھنے والوں سے بحث و مباہلہ کا ذکر نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو واضح طور پر مکذّب ہیں اور جان بُوجھ کر تکذیب کرتے ہیں ان کے لئے اب فیصلہ کا یہی راستہ رہ جاتا ہے کہ مباہلہ کیا جائے جس کی شرائط اور اصول یہی ہیں کہ مباہلہ میں ایک طرف سے خدا کی طرف سے سچا مامور اور ان کی جماعت فریق ہو اور دوسری طرف تکذیب کرنے والے ہوں لیکن اپنے اپنے معزز راہنماؤں کے ساتھ۔ ہر کس و ناقص کو مباہلہ کا چیلنج دینے کا جواز نہیں ہے۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دعاوی کو جو آپ نے پوری تحدّی کے ساتھ دُنیا کے سامنے پیش کئے تھے، تکذیب کا نشانہ بنتے ہوئے سَو سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے اور موجودہ زمانہ میں اس تکذیب کے سب سے بڑے علمبردار پاکستان کے چند افراد، علماء اور ان کے بدنصیب صدر ہیں اور قومی ایوان بھی کُھلم کُھلا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی گستاخی اور تکذیب میں پیش پیش ہے۔

فرمایا: ان کو تو پہلے یہ سمجھنا لازمی ہے کہ ایسے دعاوی اور تکذیب میں زبانیں دراز نہ کریں جن میں ادب ملحوظ نہ رہے۔

پھر حضور نے تحدّی کے ساتھ فرمایا کہ مَیں نے گذشتہ چند سال سے قوم کو تکذیب کرنے والے ائمہ کو ہر رنگ میں سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن وہ باز نہ آئے بلکہ بے حیائی اور تضحیک حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اَور آگے بڑھ گئے اور اسمبلی میں حضرت بانیٔ سلسلہ کا نام لے لے کر تکذیب کی چوٹیں لگائی گئیں جبکہ دُنیا کی بے شمار طاقتور اسمبلیاں بھی باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے کے اپنے ایوانوں میں تکذیب کے الفاظ نہیں اُٹھاتیں خواہ دہریہ ہوں یا یہود یا نصاریٰ یا مُشرکین۔

لیکن افسوس ہے کہ پاکستان اسمبلی میں تکذیب کرنے والے مسلمان کہلا کر اور اعلیٰ تہذیب اور اخلاق کی چوٹیوں پر قدم رکھنے والے کو ماننے والے ہو کر مسلسل تکذیب اور شرارت اور ایذاء رسانی میں بڑھتے رہے اِس لئے اِس پہلی صدی کے اختتام پر قرآنی آیات کی روشنی میں ان کو مباہلہ کے لئے بُلایا جاتا ہے کیونکہ ان کے لئے اب دلائل میں ہار جانے کے اقرار کے باوجود تلوار اور جبر پر اور حکومت کے ایماء پر بے حیائی کے ساتھ احمدیت کے خلاف لٹریچر شائع کرانے اور اس کے شائستہ جوابات کو دبانے کے بعد اب حُجت کی تمام راہیں بند ہیں اور مباہلہ کے سوا اب کوئی چارہ نہیں۔

اِس کے بعد حضور نے فرمایا کہ کیونکہ اصل دعویٰ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا تھا اِس لئے مَیں آج اُنہی کے الفاظ میں مباہلہ کے چیلنج کی آواز کو دوبارہ اُٹھاتا ہوں اور آج کے خطبہ میں خود حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ذات پر لگائے جانے والے الزامات اور بہتان تراشیاں اور تکذیب کرنے والوں کو چیلنج دیتا ہوں اور آئندہ خطبہ میں مَیں ان بہتان تراشیوں کے بارے میں ذکر کروں گا جن کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ یہاں حضور نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے الفاظ میں حقیقۃ الوحی میں مذکور مباہلہ کے چیلنج کو پڑھ کر سُنایا اور فرمایا کہ اِس چیلنج کی موجودگی میں تکذیب کرنیوالے صرف تکذیب کر رہے ہیں اور اِس اعلان اور مباہلہ کے اصول کے مطابق جو لعنت بھیجنے کا حصّہ ہے اس سے گریز کر رہے ہیں چنانچہ آج مَیں ان تمام لوگوں کو جن کا تعلق خواہ حکومت سے ہے یا عدلیہ سے

یا سیاست سے یا طبقۂ علماء سے، عوام یا گروہوں کے سربراہوں سے ہے جو تکذیب میں پیش پیش ہیں تمام جماعتِ احمدیہ کی طرف سے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے الفاظ میں مباہلہ کا چیلنج دیتا ہوں۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختلف حوالہ جات کے ساتھ حضرت بانیٔ سلسلہ کی ذات کے بارے میں تکذیب اور افتراء پردازی کے قابلِ شرم نمونوں کو پڑھ کر سنایا۔ اِن الزامات میں آپ نے خاص طور پر حکومت کی طرف سے شائع کردہ کتابچہ "قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ" اور مبیّنہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے بعض اقتباسات سنائے اور فرمایا کہ یہ سراسر جھوٹ، کذب اور افتراء پردازی پر مشتمل ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔

اگر اِن باتوں کے لکھنے والوں اور ان کو صحیح تسلیم کرنے والوں میں جرأت ہے تو وہ بھی وضاحت کے ساتھ اِن باتوں کا ذکر کرکے اور ان الزامات کی صداقت پر کامل یقین کا اقرار کرتے ہوئے مقابل پر یہ اعلان کریں کہ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ پھر دیکھیں خدا کی تقدیر کیا ظاہر کرتی ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریرات میں سے مخالفین کو نصائح اور پھر غلبۂ دینِ حق کی عظیم الشان پیشگوئیاں بھی پڑھ کر سنائیں اور حضور نے فرمایا کہ یہ لوگ تکذیب سے باز آجائیں اور مباہلہ کے چیلنج کو قبول کرنے میں جلدی نہ کریں۔

حضور نے مخالفین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بے باکی میں آگے نہ بڑھو اور تکذیب سے باز آؤ اور تقویٰ اختیار کرو کہ اسی میں نجات ہے۔ حضور نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریرات کی روشنی میں یہ بھی فرمایا کہ فتح بہرحال ہماری ہے کیونکہ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم خدا کے ساتھ ہیں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ جون ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور نے سورۃ الانعام کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی :-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ○ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً

فَإِذَا هُمْ مُّبْلِسُونَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَ
خَتَمَ عَلٰى قُلُوبِكُمْ مَّنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ
الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ۝

حضور نے گذشتہ خطبات جن کا تعلق مباہلہ سے تھا، کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جب سے مباہلہ کا چیلنج دیا گیا ہے جماعت میں اور جماعت کے باہر عام مسلمانانِ عالم میں ایک بیداری پیدا ہوئی ہے۔ ایک طرف احمدیت سے باہر مخالفین تو تذبذب میں ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مباہلہ کے کیا اثرات ہوں گے۔ اس چیلنج کو قبول کریں یا نہ کریں۔ دوسری طرف احمدی ہیں جو اس مباہلہ کے بعد قدرے سکون میں ہو کر اب اس چیلنج کو ان تک پہنچا رہے ہیں جو مخالفت میں تمسخر سے جماعت کے خلاف باتیں کرتے رہے ہیں۔

حضور نے تلاوت فرمودہ آیات کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمام احمدیوں اور عام مسلمانوں کو یہ بتاتا ہوں کہ مباہلہ ہو یا نہ ہو خدا تعالیٰ انبیاء اور ماموریں کے لئے فتح و کامرانی کی تقدیر بہر حال جاری فرماتا ہے اور خاص طور پر اگر ظالم ظلم سے باز نہ آئے تو فیصلہ کا دن ضرور ظاہر فرماتا ہے لیکن اس مباہلہ کی موجودگی کی صورت میں ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اس فیصلہ کے دن کو جلد اور قریب تر لے آئے۔

حضور نے فرمایا کہ اس لحاظ سے تمام جماعتِ احمدیہ کی ایک بڑی ذمہ داری ہے جس کی طرف خدا تعالیٰ نے رؤیا میں مجھے توجہ دلائی اور میں نے دیکھا کہ میں جماعت کو نہایت پُرشوکت انداز میں اور بڑی قوت کے ساتھ عبادت کو قائم کرنے اور عبادت کے معیار بڑھانے اور نماز میں آگے قدم اُٹھانے اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔

حضور نے اس رؤیا کے مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس رؤیا میں اس طور پر بیان کر رہا ہوں کہ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ماننے کی وجہ سے تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ گے تو یہ خیال غلط ہے جب تک زمین پر تم خدا کی عبادت کو قائم نہیں کرو گے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آسمان پر بھی تم نجات یافتہ نہیں لکھے جاؤ گے اس لئے زمین پر عبادتوں کو قائم کرو۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ خدا کی عبادت کو از سرِ نو قائم کریں۔ اگر تم حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کے سچے خادم ہو، اگر حضرت اقدس کے ساتھ سچی وفا کرتے ہو تو زمین پر اُس خدا کی عبادت کو قائم کرو جو آسمان پر ہے پھر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم آسمان پر خدا

کے عبادت گزار بندوں میں لکھے جاؤ گے اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی نجات یافتہ جماعت میں داخل ہو گے۔

حضور نے فرمایا کہ کچھ اسی قسم کا مضمون تھا شاید معمولی الفاظ کی ترمیم ہو جو میں رؤیا میں احبابِ جماعت کو بتا رہا ہوں۔

حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی عجیب تقدیر ہے کہ انہی دنوں میں صدر پاکستان نے نمازوں کے مضمون کو اُٹھایا ہے اور اپنی تقریر میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اب ہم سزائیں دے کر جبراً نمازیں پڑھائیں گے اور باقاعدہ دفاتر میں حکم نامے جاری ہوئے ہیں کہ نماز کی حاضری لگائی جائے اور نمازیں نہ پڑھنے والوں کو سزائیں دی جائیں۔

حضور نے فرمایا کہ آج دو طرح کے نمازوں کی طرف بلانے والے دُنیا کے سامنے کھڑے ہیں۔ ایک وہ ہے جس کو ایک ملک کے ایک حصے پر بھی کوئی دسترس حاصل نہیں اور اُس کے ماننے والوں کی جماعت ایک سو چودہ سے زائد ممالک میں پھیلی پڑی ہے اور محض خدا تعالیٰ پر توکّل کرتے ہوئے وہ کامل یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جب وہ خدا کے نام پر یہ آواز بلند کرے گا کہ نمازوں کے معیار کو بڑھاؤ تو تمام دُنیا سے ابراہیمی طیور کی طرح خدا کی پاک رُوحیں دوڑتی چلی آئیں گی اور لبّیک لبّیک کی آوازیں بلند ہوں گی اور دُنیا کے ہر کونے میں احمدی کی نماز کا معیار بلند ہونا شروع ہو جائے گا دوسری طرف نمازوں کی طرف بلانے والا ایک ایسا شخص ہے جس کو استبداد کی وہ تمام طاقتیں حاصل ہیں جو ایک آمر کو حاصل ہونی چاہئیں۔ اُس نے بھی اعلان کیا ہے کہ میں نماز کو قائم کرنا چاہتا ہوں لیکن اُس کا اعلان دلوں پر حکومت کرنے والا اعلان نہیں وہ بدنوں پر حکومت کرتے ہوئے نماز کو قائم کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ احباب دیکھیں اور دُنیا بھی دیکھے گی کہ کس کی نماز کا اعلان زیادہ اثر دکھاتا ہے اور کس کے نماز کی طرف بلانے کے نتیجہ میں کثرت سے لوگ دوڑتے ہوئے عبادت کے لئے خدا کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ پس یہ مباہلہ ایک دوسری شان سے بھی ظاہر ہو گا اور نمازوں کے ذریعہ جماعتِ احمدیہ اللہ کے فضل سے جہاں خدا سے غیر معمولی قوّت اور برکت پائے گی اور خدا کی طرف سے اس کے لئے آسمان سے ہر رنگ میں تائید نازل ہو گی وہاں دوسری طرف خود نمازیں پڑھنے کا نمونہ اور خدا کے نام پر ایک آواز پر لبّیک کہتے ہوئے عبادت کے معیار کو بلند تر کر دینا ایک ایسا ظاہری سچائی کا نشان ہو گا کہ اس کے مقابل کوئی اور نشان ایسی چمک نہیں دکھلا سکتا۔

حضور نے فرمایا کہ خدا کے فضل سے مجھے یقین ہے کہ جب جماعت احمدیہ تمام دُنیا میں نماز کے جہاد میں مشغول ہو جائے گی تو ان نمازوں میں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھے گا۔ پھر نمازوں میں دعاؤں کی توفیق ملے گی۔ مباہلہ کے مضمون پر غور کریں گے اور خدا سے مدد مانگیں گے اور لکھوکھہا دلوں سے اُٹھنے والی نالیاں آسمان کی طرف بلند ہوں گی اور خدا کی رحمت کے نور سے بھر کر چلیں گی۔ زمین پر عبادت کرنے والے ہر دل سے ایک نالی اُٹھے گی ایک شاخ بلند ہو گی جو آسمان سے اپنا تعلق قائم کر کے آسمان کی رحمت کا رس چوسنے لگے گی۔ اگر تمام دُنیا میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خدا کی سچی عبادت کرنے والے احمدی پہلے سے بہت بڑھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کل نہیں آج آپ یہ مباہلہ جیت چکے ہیں۔ خدا کی وہ تقدیر تو بہر حال ظاہر ہو گی جس کا مَیں نے ذکر کیا ہے۔ آپ کا مباہلہ ہو یا نہ ہو۔ خدا تعالیٰ یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ بڑے زور آور حملوں سے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سچائی کو تمام دُنیا پر ثابت کر کے دکھائے گا۔ یہ خدا کی تقدیر ہے اس میں نہ آپ کا کوئی دخل ہے نہ میرا کوئی دخل ہے۔ نہ آپ کی کوئی مجال ہے نہ میری کوئی مجال ہے مگر ہاں عبادت کی صورت میں خدا کی رحمت کی تقدیر کو جلد تر ظاہر کرنے اور روشن تر صورت میں ظاہر کرنے کے لئے ہمیں بہت محنت کی ضرورت ہے۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے تمام احمدی گھروں میں خصوصیت کے ساتھ اس طرف توجہ دی جائے گی۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے وہ رمضان جو ابھی چند دن پہلے آکر گزر گیا تھا عبادت کے لحاظ سے دوبارہ ہر احمدی گھر میں لوٹ آئے گا اور وہاں ٹھہر جانے اور بس جانے کے لئے آئے گا اور جہاں تک عبادتوں کا تعلق ہے یہ رمضان دائمی ہو گا اور کبھی احمدیوں کے گھروں کو چھوڑ کر واپس نہیں جائے گا۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

صدق

"ہر ایک شخص کا صدق اُس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔"

(حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

آداب الدّعاء

ازافاضات حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نوّر اللہ مرقدہٗ

۱۔ دعا کے لئے استجابت اور ایمان کی ضرورت ہے

دعا کے لئے کچھ آداب ہیں اِس لئے ضروری ہے کہ ان آداب کو ملحوظ رکھ کر دعا کی جائے۔

(۱) یہ کہ دعا کرنے والا خدا تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہو اور اُسے اپنی ذات اور صفات اور اسماء اور افعال میں کامل اور واحد لاشریک مانتا ہو اور کسی چیز کو جو اس کی مقدس شان کے منافی نہیں اس کے علمِ تام اور کمالِ قدرت سے باہر نہ سمجھتا ہو اور پھر ایمان کے ساتھ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا اور صالح ہو نہ نافرمانی کرنے والا اور جرائم پیشہ۔ یہ اِس لئے کہ قبولیّتِ دعا کے لئے ایمان اور اعمالِ صالح اور اطاعت کا ہونا ایک لازمی اور لابدی امر ہے جیسا کہ فرمایا گیا:۔

اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔

یعنی جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ ہمارا ربّ کہاں ہے تو جواب میں کہہ دو کہ مَیں تو بہت ہی قریب ہوں۔ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں اور پکارنے والے کی پکار کو سُنتا اور اس کا جواب دیتا ہوں۔ پس لوگوں کو چاہیئے کہ اس مطلب کے حصول کے لئے میری فرمانبرداری کو اختیار کریں اور میرے ساتھ پورا پورا ایمان لائیں تا وہ اپنے اس مطلب اور مراد میں کامیاب ہوں۔

پس ایمان اور اطاعت قبولیّتِ دعا کے لئے ضروری شرط ہے اور کفر اور عصیان قبولیتِ دعا کیلئے سخت روک۔ جیسا کہ فرمایا:۔

وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ

یعنی کافروں کی دعا بوجہ کفر کے ناکامی اور نامرادی میں ہے۔ ایمان اور استجابت کی شرط کو مناسبت کیلئے قرار دیا ہے اس طرح پر کہ جب ایک شخص ایمان لاکر عقائد سے اپنی روحانی قربانی بجالاتا ہے اور استجابت یعنی اطاعت اور اعمالِ صالحہ سے جسمانی قربانی بھی تو اس طرح کی قربانی اور ایثار کا لازماً یہ نتیجہ ہونا چاہیئے کہ جیسے بندہ اپنے مولیٰ کا حکم مانتا ہے اس کے مقابل اس کا مولیٰ بھی اپنے بندہ کی مومنانہ دعا سُنے اور اسے قبول فرماوے۔

۲۔ دعا کے لئے تضرّع اور حضورِ دل ضروری ہے

یہ کہ دعا کرنے والا تضرّع اور حضورِ دل سے دعا کرے۔ یہ اس لئے کہ قبولیّتِ دعا میں تضرّع اور حضورِ دل کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

یعنی اپنے رب سے دعا کرو تو تضرّع سے اور لوگوں سے چُھپ کر کرو۔ یعنی اخلاص سے نہ ریا سے۔ اِس لئے کہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اعتدا سے مراد اِس جگہ ریا اور شرک ہے اور معتدین سے مراد مشرک اور ریا کار۔ یعنی مشرک اور ریاکار کی دعا قبول کرنا خدا تعالیٰ پسند نہیں کرتا کیونکہ اس کا یہ کام خدا کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کے دکھاوے کی غرض سے ہے۔

پس دعا کے لئے تضرّع اور ابتہال اور حضورِ دل اور اخلاص کا ہونا بہت ہی ضروری ہے اور یہ اِس لئے کہ تضرّع اور اخلاص سے قبولیّتِ دعا اور فیضانِ الٰہی کو ایک نسبت ہے اِس طرح پر کہ جب انسان اپنے عجز اور انکسار اور تضرّع اور ابتہال سے ایک نیستی کا رنگ اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ تو وہ ہستی جو اپنے فیضان کے لحاظ سے بحرِ محیط کی طرح ہے اس نیستی کی وجہ سے داعی کو مستفیض کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسا کہ وہ چشمہ کہ جس کی اطراف سے جب کسی طرف کو نیچا کر دیں گے تو اس کی وہ پستی جو عجز و انکسار کے معنوں میں پائی جائے گی فیضان کے قبول کرنے کے لئے ایک قابلیّت اور مناسبت پیدا کریگی لیکن وہ طرف جو بجائے پست ہونے کے بلند اور اُونچی پائی جائے گی وہ اپنی اس بلندی کی وجہ سے جو تکبّر اور خودی کے معنوں میں ہوگی اس فیضان سے بوجہ نامناسبت رکھنے کے محروم رہے گی۔ اور اس سے بھی اقرب مثال انسان کے بدن اور رُوح کی ہے اور وہ یہ کہ رُوح کو مجسّم بینائی اور شنوائی اور مجسّم گویائی ہے لیکن انسان کے بدن سے جس جس حصّہ کو روح کی بینائی اور شنوائی اور گویائی وغیرہ حواس سے مناسبت ہے وہی اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے جیسا کہ بینائی

کے لئے آنکھ اور شنوائی کے لئے کان اور گویائی اور ذائقہ کے لئے زبان وغیرہ وغیرہ حالانکہ رُوح سارے بدن میں ہے لیکن مناسبت کے بغیر اس سے جسم کا کوئی حصہ بھی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اسی طرح فیض کی کمی بیشی استعدادوں کی کمی بیشی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اب دیکھیئے جو فیض دریا سے ایک نہر جذب کر سکتی ہے اس کے برابر ایک چھوٹی نالی یا ایک مشک یا مٹکا کیسے جذب کر سکتا ہے۔ اسی طرح جو فیض ایک نبی کی دعا جذب کر سکتی ہے عوام کی دعا وہ ہرگز جذب نہیں کر سکتی کیونکہ نبی کی دعا سورج کی روشنی کی طرح یا عالمگیر بارش کی طرح ہوتی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے الہام میں بارش کی طرح فیض کو جذب کرنے والی بیان فرمایا جیسا کہ

خدا ابرِ رحمت ببارید یا نے   تو در منزلِ ما چو بار بار آئی

کے الہام سے ظاہر ہے۔

تضرّع کے کیا معنے؟

اور لفظ تضرع جو ضرع اور ضراعۃ دونوں سے مشتق ہو سکتا ہے وہ خود انہی معنوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ضرع عربی میں پستان کو کہتے ہیں اور جیسے لفظ خِلف اونٹنی کے پستانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح ضرع گائے اور بکری دونوں کے پستانوں کے لئے۔ لیکن عرب جیسے لمبے پستانوں والی بکری کو شَاۃٌ ضَرِیْعَۃٌ بولتے ہیں اسی طرح ایسی عورت کو بھی امرأۃ ضریعۃٌ بول لیتے ہیں۔

اب اگر تضرع کو ضرع سے سمجھا جائے تو اس کے معنے ہوں گے۔ بچہ کا خواہ وہ گائے بکری کا ہو خواہ انسان کا ضرع یعنی پستان کے لئے بلبلانا اور پستان سے دُودھ پینے کے لئے تضرع کرنا۔ اور زاری دکھانا۔ ایسا ہی تضرع کو اگر ضراعۃ سے مشتق سمجھا جائے تو اس کے معنے ہوں گے زاری کرنا اور اپنے تئیں درماندہ اور ذلیل دکھانا۔ اور ضرع اور ضراعۃ دونوں لفظ بجائے خود گو متبائن المفہوم ہیں لیکن تضرع میں دونوں کو ایک تناسب حاصل ہے جس سے تضرع کے یہ معنی ہوں گے کہ بچہ کا پستانوں سے دُودھ پینے کے لئے زاری کرنا اور داعی لوگوں کی اصطلاح میں ایک دعا کرنے والے کا جنابِ الٰہی سے فیض حاصل کرنے کے لئے بچے کی طرح زاری کرنا اور اپنے تئیں عاجز اور ذلیل دکھانا۔

پھر جس طرح بچے کا رونا اور زاری کرنا ماں کی شفقت اور ہمدردی کو اُبھارتا اور اس کے پستانوں کے دُودھ کو جوش میں لاتا ہے اسی طرح وہ شخص جو تضرع اور ابتہال سے دعا کرتا ہے خدا تعالےٰ کا

بحرِ رحمت اس کے لئے جوش دکھاتا ہے۔ ولنعم ماقیل ؎

تانہ گرید ابر کے خندد چمن تانہ گرید طفل کے جوشد لبن

دعا میں بچّہ کی طرح تضرع کے ساتھ خدا تعالیٰ سے فیض طلب کرنا اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ دعا انسان کی جسمانی غذا کے مقابل ایک قسم کی روحانی غذا ہے جس کے بغیر انسان کی روح زندہ نہیں رہ سکتی اور یہی وجہ ہے کہ ہر روز دعا کے لئے پانچ وقت کی نماز مقرر کی گئی تا انسان ان پانچ وقتوں میں نماز اور دعا کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے فیض کا دُودھ بچّہ کی طرح تضرع کے ساتھ حاصل کرے اور اس روحانی غذا سے اپنی روحانی زندگی کو قائم کرے اور قائم رکھے۔

خفیہ کے معنے

تضرع کے ساتھ خفیہ کا لفظ اس لئے بڑھایا تا خلوص اور اخلاص میں اور بھی مدد ملے۔ پھر خدا تعالیٰ کے حضور اور اس کی خلوت کے لئے خلوت ہی مناسب ہے نہ جلوت اور پردۂ خفا اور باطن ہی مناسب ہے نہ ظاہر۔ کیونکہ وہ مخفی در مخفی ذات ہے جس کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے مخفی ہونا ہی مناسبت رکھتا ہے۔ پھر اس لئے بھی کہ لوگوں کے سامنے یا جلوت میں ممکن ہے کہ ریا پیدا ہو یا ان کی وجہ سے توجہ الی اللہ میں نقص واقعہ ہو اس لئے تضرع کے ساتھ خفیہ کی شرط بطور ممد اور معاون کے ہے۔

اور نماز کے لئے جلوت کو اختیار کرنا جماعت کے حکم کی وجہ سے ہے۔ پھر یہ حکم فرائض کے لئے ہے اور نوافل کے لئے زیادہ تر یہی مسنون ہے کہ گھر میں پڑھیں تا جلوت اور خلوت دونوں طرح کا ذکر اور دعا میسر آئے۔ پھر جلوت ترغیب کے لئے ہے اور خلوت ترہیب کے لئے۔ تا جلوت سے دوسرے لوگوں کو بھی رغبت اور توجہ ہو اور خلوت کے ساتھ ریا وغیرہ نقائص سے حفاظت رہے۔

۳۔ دعا کے لئے اضطرار کی ضرورت

پھر ایسا ہی دوسری جگہ اضطرار کو بھی قبولیت کے اسباب میں داخل فرمایا ہے جہاں فرمایا:-

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ

یعنی بھلا خدا کے سوا کوئی ہے کہ جب کوئی شخص بیقرار ہو کر اس سے دعا کرے اور وہ اس بیقرار کی فریاد رسی کرے اور اس کی مصیبت کو دُور کر دے۔ اضطرار کا لفظ ضر سے مشتق ہے اور ضر کے معنی گزند اور تکلیف

کے ہیں اور مضطر کے معنے گزند رسیدہ اور مصیبت زدہ کے ۔

پس جو شخص مصیبت زدہ ہو کر اور بے قرار ہو کر دعا کرے اس کی دعا بھی سُنی جاتی ہے اِس لئے کہ اضطرار اور بے قراری سے اخلاص اور تضرّع جو قبولیتِ دعا کے لئے ضروری چیز ہے مضطر شخص کو میسّر آجاتا ہے۔

نماز کے ارکان مضطر انسان کے قلبی اضطرار کے گواہ ہیں

نماز جو عربی زبان میں صلوٰۃ کے نام سے موسوم ہے اور جو دعا کے تمام لوازماتِ ادبیہ پر مشتمل ہونے سے کامل اور اکمل دعا ہے اس کی صورت کو ایک مضطر انسان کے اضطرار اور بے قراری کی حالت کے نقشہ پر ہی دکھایا گیا ہے۔ اس طرح پر کہ نماز میں انسان کا کبھی کھڑے ہو کر قیام کرنا اور کبھی زمین پر گرنا اور سربسجود ہونا اور کبھی بیٹھنا اور پھر اُٹھنا یہ سب حرکات مضطرانہ حالات پر محمول کرنے والے ہیں جو اِس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ نماز پڑھنے والا نماز کو مضطرانہ حال کے ساتھ ادا کر رہا ہے اور کوئی بات ہے کہ جس کے لئے یہ بیقرار ہو رہا ہے۔

پس ضروری ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنی جسمانی حرکات سے جس طرح مضطرانہ حالت کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح اپنی رُوح میں مضطرانہ اور بیقراری کی کیفیت پیدا کرے تا اس کے جسم کی بے قراری اس کی رُوح کی بے قراری پر شاہد اور دال ہو اور تا بموجب ارشاد اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ اسکی مضطرانہ دعا قبول ہو کر اس کے لئے مثمر اور بار آور ہو۔

۴۔ دعا کی بہترین صورت نماز ہے

اور نماز کے لئے نمازی کا پاک جسم اور باوضو ہونا اور پاک لباس اور پاک جگہ ہونا اور خاص اوقات اور رُو بہ قبلہ ہونا دعا کے آداب کو ظاہر کرتا ہے کہ ایک دعا کرنے والا دعا کرنے کے لئے ان آداب کو ملحوظ رکھے اور یہ سب آداب قبولیتِ دعا کے اسباب میں سے بطور ممد اور معاون کے ہیں جن میں سے جسم، لباس اور جگہ کی طہارت اور پاکیزگی صفائیٔ قلب کی تاکید کے لئے ہے جو رُوحانی توجہ کی قوّت اور اخلاص پیدا کرنے کے لئے ضروری اور بھاری ذریعہ ہے۔

رُو بہ قبلہ ہونا

اور رُو بہ قبلہ ہونا بھی اسی مدعا کے حصول کی تائید کے لئے ہے کیونکہ رُو بہ قبلہ

ہونے کے امر سے آمر یعنی اللہ تعالیٰ کا تصور پیدا ہوگا کہ یہ حکم خدا نے دیا ہے۔ پھر کعبہ کا تصور جو مکان ہے اپنے صاحب یعنی رب البیت کا تصور پیدا کرے گا کہ اس پُرعظمت اور پُرشوکت مکان کو قائم کرنے والے خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ پھر جب انسان اپنے جسمی ابعادِ ثلٰثہ کے لحاظ سے اِس امر کے لئے مجبور ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرف اپنے مونہہ کو ضرور رکھے۔ تو جہاتِ ستّہ میں سے بجائے اس کے کہ عبد عبادت کے لئے کوئی جہت معیّن کرتا خود معبود نے ہی اپنی معبودیت کے مقتضاء سے عبد کے لئے ایک سمت معیّن کر دی تا عبد تعیّنِ جہت میں بھی خودی اور خودروی سے جو عبودیت کے مفہوم کے مخالف ہے علیحدہ رہے۔

نماز کے آداب سے اللہ کو اکبر سمجھنا بھی ہے

پھر نماز میں دعا کے آداب سے اس ادب کو بھی ضروری قرار دیا ہے کہ دعا کرنے والا دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھے اور کوئی بھی ایسی بات جو اس کی شان کے مخالف نہیں اس کے آگے انہونی نہ سمجھے جیسا کہ　　　حضرت مسیح موعود کشتی نوح میں فرماتے ہیں کہ:۔

”سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں مگر وہی بات جو اس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مُہر نہیں۔ کیونکہ وہ مردود ہیں ان کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہوں گی۔ وہ اندھے ہیں نہ سوجاکھے۔ وہ مُردے ہیں نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اس کو کمزور سمجھتے ہیں سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا جیسا کہ ان کی حالت ہے۔ لیکن جب تُو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تُو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں۔“

حضرت مسیح موعود کے یہ پاک فقرات جو نقل کئے گئے یہ دعا کے اسی ضروری آداب کو ظاہر کرتے ہیں جس کا اُوپر ذکر کیا گیا۔ پس دعا کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اور اس کی کبریائی کو اس وصف کے ساتھ دل میں قائم کرنا ضروری امر ہے۔

نماز کو اللہ اکبر کے لفظ سے شروع کرنے کے لئے حکم دیا گیا جو اِس امر کی طرف اشارہ کرتا

ہے کہ انسان اپنے دل میں اپنے علم اور معرفت کے مطابق خدا تعالیٰ کا اس کے علم اور قدرت اور اس کے افعال کے لحاظ سے جو بھی تصوّر کرے خدا اسی قدر نہیں بلکہ اس سے بھی بہت ہی بڑھ کر ہے پھر انسان جلبِ خیر اور دفعِ شر کے معنوں میں جو بھی دعا کرنا چاہے اُسے بتایا گیا کہ خدا صرف تیری اس قدر احتیاج کو روا کرنے کی قدرت اور اسبابِ رحمت نہیں رکھتا بلکہ وہ اکبر یعنی اس سے بھی بہت بڑھ کر ہے .....

پس بلاغت کے لحاظ سے بھی اللہ اکبر کا لفظ نہایت ہی بلیغ المعنی ہے کہ جیساکہ ایک مبتدی کے لئے اللہ اکبر مکتفی ہے اسی طرح ایک منتہی کے لئے بھی ویسا ہی مکتفی ہے۔ پھر اللہ اکبر میں اکبر کا لفظ استحقاقِ اغیار کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ان معنوں میں کہ انسان کہہ سکتا ہے کہ کیوں اللہ کے سوا کائناتِ عالم کی چیزوں میں سے کسی کے آگے دعا نہ کرے؟ تو اس کے جواب میں بتلایا گیا کہ اللہ اکبر یعنی اِس لئے کہ خدا سب سے بڑھ کر ہے اور ہر طرح سے ہر شان میں بڑھ کر ہے اِس واسطے اس کی عظمت اور بزرگی اِس امر کی مقتضی ہے کہ سب چیزوں پر اسی کو اختیار کیا جائے۔ پھر اس لحاظ سے بھی کہ انسان چونکہ اپنی بناوٹ اور خلقت کے لحاظ سے کائناتِ عالم کی تمام چیزوں کے ساتھ مناسبت رکھنے سے سب کا محتاج ہے اِس لئے وہ کِس کِس کے آگے دعا کرے گا اور کِس کِس کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا۔

پھر جبکہ کائناتِ عالم سے افاضہ کے لئے علمِ قدرت اور تصرّف کے کامل اور پورے انداز کے لحاظ سے کوئی چیز بھی کفایت کرنے والی نہیں تو پھر لامحالہ اسی بزرگ ذات کے حضور دعا کرنا مناسب ٹھہرا کہ جس کے کامل علم اور کامل قدرت اور کامل تصرف کے نیچے یہ تمام کائناتِ عالم کی چیزیں انسان کے استفاضہ کا باعث ہو رہی ہیں۔ گویا اس صورت میں کائناتِ عالم کی مختلف اشیاء خدا تعالےٰ کے فیضان کی نالیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بحرِ رحمت سے انسان کے افاضہ کے لئے ہر آن اور ہر وقت تموّج اور جوش کے ساتھ جاری و ساری ہے اور سب کی کلّ خدا تعالیٰ کے دستِ تصرّف میں ہے جسے چاہے کھولے رکھے اور جسے چاہے بند رکھے اور بند کر دے۔

انسان دُعا کے لئے ہاتھ پھیلائے تو صرف خدا کے آگے

پس انسان دعا کے لئے ہاتھ پھیلا سکتا ہے تو صرف اسی کے آگے کہ جس کی مقتدر اور متصرّف ذات نے کائناتِ عالم کی تمام چیزوں کو اس خاک کے پُتلے کا خادم بنا کر اس کے سر پر اعزازِ مخدومیّت

کا تاج رکھا یہی وجہ ہے کہ خدا نے اپنی پاک کتاب میں انسان کو بار بار شرک سے منع کیا اور فرمایا وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ یعنی شرک کرنے سے انسان بہت ہی بلندی سے پستی پر گرتا ہے کہ گویا آسمان سے گرا کیونکہ خدا کے سوا یہ جس کو بھی معبود بنائے گا وہ چیز اس کے خادموں سے کوئی خادم ہی ہوگی۔ اب جس خادم کو اس کا مخدوم بنانا بھی اس کے لئے باعثِ ننگ و عار ہے اس کو معبود بنانا تو اس کے لئے اَور بھی ذِلّت اور باعثِ فضیحت ہوگا۔ اِس لئے انسان کو شرک سے منع کرنا گویا دوسرے لفظوں میں بطور شفقت کے اسے ذِلّت کے اسباب سے منع کرنا ہے۔

پس انسان دعا بجز خدا تعالیٰ کے اَور کسی سے نہیں مانگ سکتا کیونکہ اس میں اس کی سخت ذِلّت اور ہتک ہے اور نہ اس کی صرف بلکہ اس طرح سے خدا تعالیٰ کی شانِ الوہیت پر بھی سخت حملہ ہوتا ہے کیونکہ جو چیز خود انسان کی خادم ہونے سے انسان کے مساوی نہیں ہو سکتی اسے خدا تعالیٰ کا ہمتا بنانا اور سمجھانا کس قدر ظلم ہوگا۔ پس انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعا کرے تو بس خدا کے حضور ہی کرے ٭

پیارے آقا کا محبّت بھرا اسلام

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ کہتے ہیں ٭

پنجگانہ نمازوں کا اِلتزام

(مکرم مولانا عبدالمنان شاہد صاحب مربی سلسلہ مقیم حلقہ دستگیر سوسائٹی کراچی)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں انسان کی پیدائش کی غرض وغایت عبادتِ الٰہی قرار دی ہے۔ فرمایا مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کہ میں نے جنّ و اِنس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور خدا تعالیٰ کی عبادت کے مختلف ذرائع بتائے ہیں اُن میں ایک ذریعۂ عبادت نماز کو قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ نماز فارسی زبان کا لفظ ہے اور عربی زبان میں نماز کو الصّلوٰۃ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں پانچ سو مرتبہ باقاعدگی سے باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ مذہب اِسلام کے پانچ بِنائے اسلام میں سے نماز دوسرا رُکن ہے۔ ہر مسلمان پر اس کی شرائط کے ساتھ مقررہ اَوقات میں پانچ مرتبہ روزانہ نماز ادا کرنا فرض ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا کہ مومنوں پر مقررہ اَوقات پر نماز فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں نماز کی ادائیگی کی تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ کہ نمازوں کی حفاظت کیا کرو خصوصاً کام کے وقت کی نماز خاص حفاظت سے ادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ کامیاب ہونے والے مومنوں کی یہ علامت بیان فرمائی ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ کہ وہ ادائیگی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ متقی لوگ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں فرمایا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کہ جب اُن کو نماز اور ذکرِ الٰہی کے لئے بُلایا جاتا ہے تو وہ فوری طور پر حاضر ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر مومن لوگ نماز کی حفاظت کریں گے تو بدیوں سے نماز بھی اُن کی حفاظت کرے گی۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کہ نماز بے حیائیوں اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔ یعنی نماز کے ذریعہ دل میں تقویٰ اور خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دل میں تسلّی

اطمینان اور تسکین پیدا کرتی ہے اور اسی دُنیا میں جنّت مل جاتی ہے۔ اور جو لوگ نماز کا فریضہ ادا نہیں کرتے وہ خدا تعالیٰ کے نافرمان ہیں اُن کو اِس دُنیا میں بھی سزا ملے گی اور آخرت کو بھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ کچھ دوزخیوں سے پوچھا جائے گا کہ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ کہ تمہیں جہنّم میں کیوں پھینکا گیا ہے قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ کہ ہم دُنیا میں نماز نہ پڑھا کرتے تھے اِس وجہ سے ہمیں یہ سزا مل رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کامل عبادت کا حق سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ادا کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کامل توجہ، انہماک، محبّت و رِقّت سے نماز کا فریضہ ادا کیا ہے وہ سب انسانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ کاملہ ہے۔

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بارہ میں فرماتے ہیں: نماز میں میرے لئے دل کی ٹھنڈک ہے۔ نماز دینِ اسلام کا ستون ہے۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ جس دین میں نماز نہیں ہے وہ دین ہی کیا ہے۔ نماز کفر و ایمان میں فرق پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین چیز نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات سال کی عمر کے بچّوں کو نماز ادا کرنے کا حکم دو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کو سختی سے نماز پڑھاؤ۔ فرمایا جس نے جان بُوجھ کر نماز چھوڑی گویا وہ کافر ہو گیا۔ یاد رکھو کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب و کتاب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پانچ مرتبہ نہر میں غسل کر کے پاک وصاف ہو جاتا ہے تو اس پر کوئی مَیل کچیل نہیں رہتی اسی طرح پانچ وقت نماز پڑھنے والا گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت ادا کرنے کی فضیلت پر فرمایا کہ اکیلے نماز پڑھنے کی نسبت باجماعت نماز پڑھنے سے ستائیس گُنا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی حسرت سے عشاء کے وقت ایک دفعہ فرمایا کہ دل چاہتا ہے کہ جو نماز کے لئے مسجد میں نہیں آئے اُن کو ان کے گھروں سمیت جلا دیا جائے کیونکہ وہ خود اپنے جلنے کا قصور کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح و شام مسجد میں نماز کے لئے آتا ہے اللہ نے اس کے لئے جنّت تیار کی ہے۔

ایک دفعہ ایک نابینا بوڑھے نے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت لی وہ واپس گھر کو لوٹا تو اسے بُلا کر پوچھا کہ تمہارے گھر تک آذان کی آواز آتی ہے۔ اُس نے جواب دیا جی ہاں یا رسول اللہ۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر خواہ کچھ ہو تم مسجد میں آکر نماز ادا کیا کرو۔ مسجد کی طرف ہر قدم اُٹھانے پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک بدی ختم ہو جاتی ہے۔ ایک قبیلہ بنی سلمہ مسجدِ نبوی

کے پاس آباد ہونے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے قدم تم مسجد کی طرف دُور سے آؤگے تمہیں ہر قدم پر ایک نیکی کا ثواب ملے گا اور ہر قدم پر ایک بدی مٹا دی جائے گی اِس لئے تم اپنے گھروں سے ہی مسجد کی طرف نماز کے لئے آیا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی بعثت کی غرض یہ بیان فرمائی ہے کہ يُحْيِ الدِّيْنَ وَيُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ کہ دین (دینِ حق) کو زندہ کیا جائے اور شریعت قائم کی جائے۔
چنانچہ نماز کے بارہ میں حضورِ اقدس اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اسی وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضورِ قلب سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔" (کشتی نوح)

اسی طرح فرماتے ہیں:-

"جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"
(کشتی نوح صا۱)

حضورِ اقدس فرماتے ہیں:-

"نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں یہاں تک پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نئی جماعت آئی انہوں نے نماز کی معافی چاہی آپؐ نے فرمایا جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں۔"

فرمایا:- "نماز کیا چیز ہے نماز اصل میں ربّ العزت سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عاقبت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔"

فرمایا:- "میرا تو یہ مذہب ہے کہ اگر دس دن بھی نماز سنوار کر پڑھیں تو تنویرِ قلب ہو جاتی ہے۔"

فرمایا:- "نماز ایسے نہ ادا کرو جیسے مرغی دانے کے لئے ٹھونگ مارتی ہے بلکہ سوز و گداز سے ادا کرو اور دعائیں بہت کیا کرو۔ نماز مشکلات کی کنجی ہے۔"

فرمایا:- مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف

اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا ہے دولتمند اِس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۸۱۴)

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"نماز میں دعائیں مانگنا ضروری ہیں۔ اس بے ذوقی کی حالت میں یہ فرض کر کے کہ اس سے لذّت اور ذوق پیدا ہو یہ دعا کرے کہ اے اللہ تُو مجھے دیکھتا ہے کہ مَیں کیسا اندھا اور نابینا ہوں اور مَیں اس وقت بالکل مُردہ حالت میں ہوں۔ مَیں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو مَیں تیری طرف آجاؤں گا۔ اُس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے تُو ایسا شعلۂ نور اس پر نازل کر کہ تیرا اُنس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے۔ تُو ایسا فضل کر کہ مَیں نابینا نہ اُٹھوں اور اندھوں میں نہ جا ملوں۔ جب اِس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام کرے گا تو وہ دیکھے گا کہ اِک وقت اس پر آئے گا اس بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی جو رِقّت پیدا کر دے گی۔" (الحکم جنوری ۱۹۰۳ء)

سیدنا حضرت مصلح موعود تارکِ صلوٰۃ کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"جو شخص نماز کو چھوڑتا ہے مَیں اس کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کو کبھی ایمان کی موت نصیب نہ ہوگی۔ موت سے پہلے ضرور ایسا حادثہ اسے پیش آئے گا جس کی وجہ سے وہ ایمان سے محروم ہو جائے گا اور اِس طرح وہ بے ایمان ہو کر مرے گا۔"

(الفضل ۲۸ دسمبر ۱۹۲۳ء)

ہماری دردمندانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں باقاعدہ بروقت نمازیں ادا کرنے کی توفیق بخشے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کما حقہٗ ادا کریں اور ہمیشہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھیں اور ہم اُسی کے ہو جائیں اور اس کی رضا پر کاربند ہو کر اُسے راضی کر لیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؇

خلافت کی اہمیّت و عظمت

(مکرم مولانا محمد صدیق صاحب ننگلی)

خلافت اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم رُوحانی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مومنوں کو عطا فرماتا ہے۔ اِس نعمتِ عظمٰی کی قدر و قیمت اور اہمیّت و عظمت کا کسی قدر اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک طرف تو اس سے براہِ راست متمتع ہونے والے خوش قسمت اصحاب دن رات اسکی برکات کا مشاہدہ کر کے اپنے ایمانوں کو بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف رہتے ہوئے اس کے شکر گزار بندے بنتے ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ بھی جو اس عظیم آسمانی نعمت سے محروم ہیں اپنے قلوب میں محرومی کا شدید احساس رکھتے ہیں اور یہ تمنّا اور خواہش رکھتے ہیں کہ کاش! ہمیں بھی یہ نعمت میسّر آجائے تاکہ ہم بھی اس کے طفیل ایک مرکز اور ایک امام کی قیادت میں متحد و متفق ہو کر ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ محض انسانی تمنّا اور خواہش کے نتیجہ میں یہ روحانی انعام نہ پہلے کسی کو حاصل ہؤا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اِس نعمت کو تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بعض شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا ہے اور اس کا فیصلہ اس نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا ہے کہ کون اِس نعمت کا حقدار اور مستحق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامِ خلافت کے لئے محض دُنیوی اسباب پر بھروسہ کر کے جو کوششیں کی گئیں اور جن میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ شرائط کو ملحوظ نہ رکھا گیا وہ ہمیشہ ناکامی پر منتج ہوئیں اور وہ خیالات و افکار میں وحدت اور مرکزیّت پیدا کرنے کی بجائے مزید انتشار و اختلاف کا موجب بن گئیں۔

چنانچہ قیامِ خلافت کی اہمیّت و ضرورت واضح ہے اور دینِ حق کی اشاعت اِسی سے وابستہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے بیہقی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد خلافت ہو گی پھر سلطنت وغیرہ کا دَور شروع ہو جائے گا اور لوگوں پر ظلم ہونا

شروع ہوجائے گا:۔

"ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ" (ابوداؤد، مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۲۷)

کہ فیج اعوج اور درمیانی پُرضلالت صدیوں کے بعد پھر اُمّتِ محمدیہ میں "منہاجِ نبوّت" پر خلافت قائم ہوگی۔

اِسی طرح حضرت مولانا سید اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے خوب فرمایا تھا کہ:۔

"نزولِ نعمتِ الٰہی یعنی ظہورِ خلافتِ راشدہ سے کسی زمانہ میں مایوس نہ ہونا چاہیئے اور اسے مجیب الدعوات سے طلب کرتے رہنا چاہیئے اور اپنی دعا کی قبولیّت کی امّید رکھنا اور خلیفۂ راشد کی جستجو میں ہر وقت ہمّت صرف کرنا چاہیئے شاید کہ یہ نعمتِ کاملہ اِسی زمانہ میں ظہور فرماوے اور خلافتِ راشدہ اسی وقت ہی جلوہ گر ہوجاوے۔" (منصبِ امامت صفحہ ۸۶)

علامہ اقبال نے ایک مقصد قرار دیا ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ کاشغر

پھر اِس کے حصول کے لئے خلافتِ راشدہ کو ضروری قرار دیا ہے۔ کیا خوب کہتے ہیں ؎

تا خلافت کی بناء دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر　(بانگِ درا صفحہ ۳۰۲)

خلافت کی اہمیّت اور اس کی برکات تو اتنی نمایاں اور عیاں ہیں کہ مدیر 'تنظیم اہلحدیث' لاہور نے نہایت حسرت سے لکھا ہے کہ:۔

"اگر زندگی کے ان آخری لمحات میں ایک دفعہ بھی خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت کا نظّارہ نصیب ہوگیا تو ہوسکتا ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کی بگڑی سنور جائے اور رُوٹھا ہوُا خدا پھر سے من جائے اور بھنور میں گری ہوئی ملّتِ اسلامیہ کی یہ ناؤ شاید کسی طرح اس کے نرغہ سے نکل کر ساحلِ عافیّت سے ہمکنار ہوجائے۔" (تنظیم ۱۲ ستمبر ۱۹۶۹ء)

مولانا ابوالکلام آزاد اور مسئلۂ خلافت

مقامِ خلافت کی اِس اہمیّت اور عظمت پر مولانا آزاد نے خوب لکھا:۔

"جس طرح شخصی و اعتقادی اور عملی زندگی کے لئے مراکز قرار پائے ضرور تھا کہ جماعتی اور ملّی زندگی کے لئے بھی ایک مرکزی وجود قرار پاتا لہٰذا وہ مرکز بھی قرار دے دیا گیا۔ تمام اُمّت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے ٹھہرایا...... اسلام کی اصطلاح میں اس قومی مرکز کا نام خلیفہ اور امام ہے اور جب تک یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا ہے یعنی کتاب وسُنّت کے مطابق اس کا حکم ہے ہر مسلمان پر اس کی اطاعت و اعانت اسی طرح فرض ہے جس طرح خود اللہ اور اس کے رسول کی۔"

(مسئلہ خلافت صفحہ ۲۴، ۲۵)

جامعہ احمدیہ میں داخلہ کا انٹرویو ۲۰ اگست کو ہوگا

(۱) اس سال جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے واقفین زندگی طلباء کا انٹرویو انشاء اللہ تعالیٰ ۲۰ اگست ۱۹۸۸ء بروز ہفتہ ۸ بجے صبح وکالتِ دیوان تحریکِ جدید ربوہ میں ہوگا۔ امیدواران کو انٹرویو کے لئے تفصیلی چٹھی بھجوادی جائے گی۔

(۲) جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے اصولاً امیدوار کی عمر ۱۷ سال یا اس سے کم اور تعلیم کم ازکم میٹرک سیکنڈ ڈویژن (۴۵ فیصد نمبر) ہونا ضروری ہے۔ ایف۔اے اور گریجوایٹ طلباء کے لئے عمر اس سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے۔

(۳) انٹرویو سے پہلے امیدواران کے وقف اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے بارہ میں ضروری کوائف مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ابھی سے درخواستیں آجائیں تاکہ انٹرویو سے پہلے امیدواران کے کوائف مکمل کرلئے جائیں اس لئے جماعت کے ایسے ذہین، ہونہار، دین کا شوق رکھنے والے مخلص نوجوان جو اس سال میٹرک، ایف۔اے، بی۔اے اور ایم۔اے کا امتحان دے چکے ہیں اور وہ زندگی وقف کرکے جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی خواہش رکھتے ہوں وہ نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ ابھی سے مقامی جماعت کے امیر صاحب/صدر صاحب کی وساطت سے درخواست وکالتِ دیوان تحریکِ جدید ربوہ کو ارسال فرمائیں اور امتحان کا نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد اپنے نتیجہ امتحان کی اطلاع دیں۔

(وکیل الدیوان تحریکِ جدید ربوہ)

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا کا شیریں ثمر

مکرم منصور احمد صاحب سنت نگر لاہور

زمانہ قدیم میں موجودہ عراق کے علاقے کو کالدیا یا چلڈیا (CHALIDIA) کہا جاتا تھا۔ اس علاقے میں بسنے والے لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور بعض ان میں سے سورج، چاند اور ستاروں کو اپنا خدا سمجھتے تھے۔ اس زمانے میں اس علاقہ میں نمرود نامی بادشاہ کی حکومت تھی جو خود بھی خدائی کا دعوٰی کرتا تھا۔ اس قوم کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی ہر آزمائش اور امتحان میں پورے اترے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی حضرت ہاجرہؑ اور اس کے بیٹے اسمٰعیل کو ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ آئیں تو وہ اُنہیں وہاں چھوڑ آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حکم دیا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیں تو آپ اسی وقت اس پر عمل کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اس طرح آپ ان دونوں امتحانوں میں کامیاب و کامران نکلے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے انعامات سے نوازا اور مزید برکتوں اور انعامات سے نوازنے کا وعدہ فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

ترجمہ :- اور (اُس وقت کو بھی یاد کرو) جب ابراہیمؑ کو اس کے ربّ نے بعض باتوں کے ذریعہ سے آزمایا اور اس نے ان کو پورا کر دکھایا (اس پر اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ مَیں تجھے یقیناً لوگوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں۔

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ہر آزمائش پر پورے اُترے (طالمود میں لکھا ہے کہ ان کی دس آزمائشیں ہوئی تھیں) تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ تجھے یقیناً لوگوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں اور تجھے ایک ایسا وجود بنائیں گے کہ لوگ تیرے اقوال و افعال کی اقتدا کریں گے چنانچہ حج جو عبادات میں نمایاں مقام رکھتا ہے اور عید الاضحیٰ (جسے قربانی کی عید بھی کہا جاتا ہے) آپ کی قربانی کی یاد میں ہی ہر سال منائی جاتی ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ جاوید کر دیا۔ آپ ابو الانبیاء کہلائے اور اپنی اولاد کے لئے دعاؤں کا ایک ذخیرہ چھوڑا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی بیوی حضرت ہاجرہؓ اور اپنے سب سے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ کی خشک اور بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ گئے تو آپ نے دیگر دعاؤں کے علاوہ ان کے حق میں یہ عظیم الشان دعا کی تھی:۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔ (البقرۃ)

یعنی اے ہمارے ربّ تو مکّہ کے رہنے والوں میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے (دوم) جو انہیں کتاب سکھائے (سوم) انہیں کتاب کی حکمت سکھائے (چہارم) انہیں پاک کرے۔ یقیناً تُو ہی غالب کرنے والا اور حکمتوں والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مندرجہ بالا دعا کو قبول فرمایا اور یہ دعا ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ——— کی ذاتِ مبارک میں پوری ہوئی جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس بات کی شہادت دی اور فرمایا

أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ ۔ (جامع البیان جلد اوّل ص ۴۳۵)

یعنی مَیں وہ شخص ہوں جو اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کے مطابق دُنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردہ عظیم الشان مشن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۔ (البقرۃ: ۱۵۲)

یعنی جیسا کہ ہم نے تم میں تمہیں میں سے رسول بھیجا وہ تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور تم کو سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

پھر باری تعالیٰ سورۃ الجمعہ میں فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

(سورۃ الجمعہ : ۳)

یعنی وہی ہے جس نے مکہ والوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اُنہیں اُس کی آیات پڑھ کر سُناتا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور یقیناً وہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

مندرجہ بالا آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد وہی چار عظیم الشان مشن کئے جن کے متعلق ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی۔ آئیے اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان چار عظیم الشان مشن کے بارے میں مختصر سا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ پہلا مشن —— نشانات و معجزات

حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا فرماتے ہیں کہ اے ہمارے رب تُو ان لوگوں میں سے جو اِس جگہ (مکہ) رہیں گے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما جو تیری آیات پڑھ پڑھ کر سُنائے اور تیرے نشانات اور معجزات کے ذریعے ان کے ایمانوں کو تازہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والے دلائل لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ چنانچہ مندرجہ بالا ابراہیمی دعا کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا مشن مبارک یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی پاکر اس کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سُناتے اور لوگوں کو معجزات اور نشانات دکھاتے جو سعید رُوحوں کے لئے قبولِ دینِ حق اور ایمان کا سبب بنتے تھے۔ یُوں تو رسول کریمؐ نے ہزاروں نشانات و معجزات دکھائے مگر یہاں صرف دو نشانات مثال کے طور پر پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:۔

پہلا معجزہ: جنگِ بدر کے موقع پر جب مسلمانوں کی ظاہری حالت اِس قدر خراب تھی کہ ان کی کامیابی کا کوئی امکان نہ تھا حضورؐ نے کنکریوں کی ایک مُٹھی پھینکی اور فرمایا "شاھت الوجوہ"۔ یہ ایسا عظیم الشان معجزانہ عمل تھا جو فتح کا سبب بنا اور جس کو باری تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کرکے اپنا فضل قرار دیا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خدا کا ہاتھ بن گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

(سورۃ الانفال : ۱۸)

یعنی تم نے ان کو نہیں مارا تھا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مارا تھا۔ اور جب تُو نے پتھر پھینکے تھے تو تُو نے نہیں پھینکے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے تھے۔

دوسرا معجزہ: جب کفّارِ مکّہ نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تاکہ آپؐ کو قتل کر دیں لیکن خدائی وعدوں کے مطابق حضورؐ ان کی آنکھوں میں ڈھول جھونکتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں روانہ ہو کر جبلِ ثور کے غار میں پوشیدہ ہو گئے۔ کچھ لوگ آپ کی تلاش میں نکلے اور تلاش کرتے کرتے غار کے دہانے تک آ گئے تو بعض نے کہا "محمدؐ یا تو اس غار میں ہے یا آسمان پر چڑھ گیا ہے۔" دشمن کی آہٹ کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کی پریشانی دیکھ کر حضورؐ نے ارشاد فرمایا:-

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔ (سیرت النبی علامہ شبلی ص ۲۶۲)

دوسرا مشن ــــ اصلاحِ نفس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا مشنِ مبارک یہ تھا کہ آپ لوگوں کی اصلاحِ نفس کریں۔ تاریخِ دینِ حق کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نازک وقت میں پیدا ہوئے جبکہ سرزمینِ عرب میں ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ہر طرف جہالت کا دَور دَورہ تھا۔ عرب کے لوگ ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا تھے۔ شراب پیتے تھے۔ زنا کرتے تھے۔ جُوا کھیلتے تھے اور آپس میں سالہا سال تک لڑتے رہتے تھے حتّٰی کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔ الغرض کوئی دُنیاوی عیب ایسا نہ تھا جو اُس وقت عربوں میں نہ پایا جاتا تھا۔ یُوں سمجھئے گویا اخلاق کا جنازہ نکل چکا تھا۔ پس اِن حالات میں آپؐ کا دوسرا مشن یہ تھا کہ آپؐ اپنی قوم کے لوگوں کے اخلاق کی اصلاح کریں اور ان کو ان بُرائیوں سے پاک کریں نیز ان کی دینی اور دُنیاوی ترقیات کے ابواب کھولیں۔

جب آپؐ کی عمر چالیس سال ہوئی تو آپؐ کو نبوّت کا تاج پہنایا گیا اور آپؐ نے اللہ تعالےٰ سے حکم پا کر اپنی قوم کے لوگوں کو ہدایت کی کہ ایک خدا کی عبادت کرو، نیک کام کرو۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ عرب لوگ آہستہ آہستہ آپؐ پر ایمان لے آئے جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں انقلابی تبدیلی پیدا کرتے ہوئے شراب، جُوا، زنا، ظلم اور شرک الغرض ہر قسم کی بُرائیاں ترک کر دیں اور چند سالوں میں دُنیا میں نیا آسمان اور نئی زمین معرضِ وجود میں آ گئی۔ وہ اللہ تعالےٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولی اشارہ پر اپنی جان، اپنا مال، اپنی عزت حتّٰی کہ اولاد تک

قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے متعلق فرمایا کہ میرے صحابہ کرام "ستاروں کی مانند ہیں جس کسی کے پیچھے کوئی چلے گا ہدایت پائے گا"۔ اسی وجہ سے باری تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ

یعنی اللہ اُن سے راضی ہؤا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے حضورؐ کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں اس انقلابی تبدیلی کو یوں بیان فرمایا ہے ؎

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيْكَةِ الْعِقْيَانِ

کہ تُو نے عرب قوم کو گوبر کی طرح ذلیل پایا لیکن اپنی قوتِ رُوحانیہ سے ان کو سونے کی ڈلی کی طرح معزز فرما دیا۔

تیسرا مشن ـــ کتاب سکھانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا عظیم الشان مشن کتاب سکھانا تھا۔ آپؐ قرآنِ مجید جیسی کامل شریعت لائے۔ یہ کتاب تمام قسم کے علوم اور تعلیموں پر حاوی ہے اور ہر قسم کی روحانی، اخلاقی، تمدنی، مذہبی اور اقتصادی تعلیم پر مشتمل ہے۔ قرآنِ حکیم دُنیا بھر کے انسانوں کو راہِ حق دکھانے کے لئے آیا اور ساری دُنیائے انسانیت کے لئے آخری، ابدی اور اکمل ضابطۂ حیات ہے۔ زندگی کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والے تمام مسائل کا حل ایک اسی کتاب میں موجود ہے۔ باری تعالیٰ قرآنِ مجید کے بارے میں فرماتا ہے :-

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

یعنی یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔

یہ کتاب تمام اقوام کے لئے قابلِ عمل ہے اور قیامت تک تمام بنی نوع انسان کی ضرورت پوری کرتی رہے گی اور انسان کو اس دُنیا کی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہدایت دیتی ہے اور ہر روحانی مقام دیتی ہے۔ دونوں جہانوں کی کامیابی کا انحصار اسی کتاب (قرآن مجید) کی پیروی پر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

یعنی آج مَیں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔

پس قرآنِ مجید ایسی عظیم ترین کتاب ہے جس نے انسانوں کی زندگی میں عظیم ترین انقلاب برپا کر دیا اور جس پر عمل کرکے راہزن رہبر بن گئے اور رہبر رہنما بن گئے۔ صحراؤں کے خانہ بدوش اسی ایک چراغ (قرآن کریم) کی روشنی سے ایسے منوّر ہو گئے کہ سینکڑوں علوم پر حاوی ہو گئے اور چند سالوں میں ساری دُنیا پر چھا گئے اور قیصر و کسریٰ کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔

پس تیسرا مشن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) سکھانے اور سمجھانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آپ نہ صرف رسول اللہ ہیں بلکہ معلّم قرآنِ مجید بھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس کامل شریعت کو نہ صرف قول سے لوگوں کو سکھاتے رہے بلکہ عمل سے بھی احسن نمونہ بن کر سکھاتے رہے اور قرآنِ مجید خود اس کی شہادت دیتا ہے چنانچہ باری تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

"یقیناً آنحضرتؐ تمہارے لئے بہترین نمونہ تھے۔"

یعنی بقول حضرت عائشہؓ حضرت رسول کریمؐ مجسّم قرآن تھے۔ آپؐ کی زندگی قرآن کریم کی مکمل تصویر تھی۔ آپؐ کی زندگی کا ہر گوشہ قرآن مجید کی تعلیم کا عملی نمونہ تھا۔ اب وہی لوگ جو قرآن کو عزت دیں گے آسمان پر عزت پائیں گے۔

چوتھا مشن ــــ حکمت سکھانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا عظیم الشان مشن قرآنِ مجید کی حکمتیں سکھانا تھا۔ شریعت کی حکمت اور احکامِ الٰہی کا فلسفہ لوگوں کو سکھانا نہایت ضروری ہے کیونکہ جب تک انسان کو یہ معلوم نہ ہو کہ مَیں جو کام کر رہا ہوں اس کی کیا ضرورت ہے اور اس کے کرنے کا کیا فائدہ ہے تب تک اسے شوق اور لذّت سے نہیں کرتا بلکہ وہ اسے ایک بوجھ سمجھے گا جیسے مسیحیوں کے ساتھ ہؤا۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے:-

"کیونکہ شریعت تو غضب پیدا کرتی ہے اور جہاں شریعت نہیں وہاں عدول حکمی بھی نہیں۔" (رومیوں باب ۴ آیت ۱۵)

مزید لکھا ہے:-

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔" (گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳)

عیسائی حضرات کو یہ خیال اِس لئے پیدا ہؤا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں احکام کا فلسفہ نہیں بتایا گیا تھا اور وہ لوگ ان احکام کی حکمتوں سے آگاہ نہ تھے اِس لئے وہ اس کو بھاری بوجھ سمجھتے تھے چنانچہ اس سُقم کو دُور کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس نبی کے لئے یہ دعا بھی کی تھی کہ وہ شریعت کے ساتھ ساتھ احکامِ شریعت کا فلسفہ بھی ان کو سکھائے تاکہ لوگوں کو احکامِ الٰہی پر عمل کرنے میں کوئی دِقت پیش نہ آئے۔ اِس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نہ صرف کامل شریعت سکھائی بلکہ اس کی تمام حکمتوں سے بھی آگاہ کیا۔

مثلاً آپؐ نے فرمایا نماز پڑھو۔ کیوں نماز پڑھو اس کی وجہ یا حکمت یہ ہے کہ نماز انسان کو بے حیائیوں اور بُرائی سے بچاتی ہے۔ نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔ اِسی طرح روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ روزہ رکھنے سے انسان متقی ہو جاتا ہے اور روحانی تسکین کا باعث بنتا ہے۔ پھر حکم دیا کہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرو۔ اِس کی وجہ یہ بتائی کہ زکوٰۃ دینے سے مال پاک ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ کے فنڈ سے غریبوں، مسکینوں، بیوہ عورتوں اور یتیموں کی مدد کی جائے اور ان کو مانگنے بغیر ان کی ضروریات کو پورا کر دیا جائے تاکہ ان کو اپنی ضروریات پورا کرنے کے لئے مانگنے کی حاجت نہ رہے کیونکہ مانگنے سے غیرت مِٹ جاتی ہے جسے اسلام پسند نہیں کرتا۔

بلاشبہ پہلی شریعتوں میں جو احکام دیئے گئے ان کی بھی یہی حکمتیں تھیں مگر وہ حکمتیں بتائی نہیں جاتی تھیں مگر اس کے برعکس قرآن کریم کے متعلق فرمایا کہ وہ ایسی تعلیم ہو گی جس کے ساتھ احکام کی حکمت اور وجہ بھی بتائی جائے گی۔ مثلاً حکم دیا کہ قرآن مجید پر ایمان لاؤ اور اس کے مطابق اعمالِ صالحہ بجالاؤ کیونکہ وہ ایمان داروں کے لئے ہدایت اور رحمت کا باعث ہوگا اور اس پر ایمان لا کر اور اس کی تعلیم کے مطابق عمل کر کے کیا فوائد حاصل ہوں گے اور انکار کی صورت میں کیا نقصان ہوگا اگر ایمان لاؤ گے تو خدا کی بارگاہ میں عزت پاؤ گے ورنہ شیطان کی گود میں گر کر تباہ ہو جاؤ گے۔

الغرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے ان چار مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اِس فانی دُنیا میں تشریف لائے اور آپؐ اپنے فرض کو پورے طور پر ادا کر کے تشریف لے گئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض ادا کرنے اور آنحضرتؐ کی متعین کردہ راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قبر مریم کہاں ہے؟

مسٹر اکبر مسیح نے اپنی کتاب ضربتِ عیسوی میں ایک سوال یہ بھی اُٹھایا ہے کہ حضرت مریمؑ کی قبر کہاں ہے؟

حضرت مریم کی قبر کہاں گئی؟ ان کی قبر تو ضرور ملنا چاہیئے کیونکہ ان کا انتقال تو حضرت مسیح کی عین حیاۃ ہوا۔ ان کی قبر تو حضرت مسیح کی زیر نگرانی بنی ہوگی۔ پس آپ کا فرض ہے کہ آپ حضرت مریم کی قبر کا پتہ دیں۔ (ص ۱۲۶)

یہ سوال بڑا اہم ہے۔ اوّل بعض انجیلی حوالے ملاحظہ ہوں:۔

صلیب کے وقت حضرت مریم گریاں و بریاں تصویر درد و غم بن کر پاس ہی کھڑی تھیں حضرت مسیح صلیب پر سے مخاطب ہوئے۔ اپنی ماں سے کہا۔ اے خاتون! دیکھ! تیرا بیٹا۔ پھر شاگرد (یوحنا) سے کہا۔ دیکھ! تیری ماں۔ (یوحنا ۲۵-۲۷/۱۹)

صلیب کے بعد حضرت مریمؑ کو یوحنا سیدھا اپنے گھر لے گیا۔ پھر ذکر ہے کہ ایک بالاخانے میں شاگرد رہتے تھے۔ حضرت مریم صدیقہ شاگردوں کے ساتھ دعا میں شریک ہوتیں۔ (اعمال ۱/۱۴) اسکے بعد ان کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

ٹیشین کی مرتبہ سریانی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ صلیب کے بعد حضرت مسیح جہاں شاگردوں کو ملتے رہے وہاں اپنی ماں کو بھی ملے۔

(NEW TESTAMENT APOCRYPHAL BY E. HENNEKE P.428)

بعد ازاں حضرت مریم کہاں گئیں؟ عیسائی تاریخ خاموش ہے اور یہ ایک راز ہے۔

قرنِ اوّل میں یہ روایت مشہور ہوئی کہ حضرت مریم یوحنا کے ہمراہ ایشیا کی طرف ہجرت کر گئیں۔ لوگوں نے ایشیا سے مراد ایشائے کوچک سمجھا اس لئے مقدس ایپے فینیس (EPIPHINIUS) نے چوتھی صدی میں اس امر کی کہ حضرت مریم یوحنا کے ہمراہ ایشیائے کوچک میں آگئی تھیں تردید

کی ہے[1]

قرونِ اُولیٰ کے اپاکرفل لٹریچر میں ایک کتاب 'فلپؑ کے اعمال' ہے[2]۔ اس میں ہے کہ یوحنا پارتھیا میں آ گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیا سے مراد ایشیائے کوچک نہیں بلکہ پارتھیا ہے گویا یوحنا اور مریم صدیقہ رومی حکومت سے نکل کر بلادِ شرقیہ میں جادہ پیما تھے۔ اس کی تائید خطِ پطرس سے بھی ہوتی ہے۔ پطرس جب بابل گیا تو وہاں سے اس نے ایک مکتوب لکھا۔ اس کے آخر میں ہے ایک فرستادہ اور مقدس خاتون بابل سے سلام کہتی ہے[3]۔ اس خاتون سے مراد حضرت مریم ہیں؟ یہ امر قابلِ غور ہے۔ قرنِ اوّل میں بابل پارتھی سلطنت میں تھا۔

حضرت مریم کا ذکر قرونِ اُولیٰ کے شعراء کے کلام میں ملتا ہے۔ دوسری صدی میں ۴۲ سریانی نظمیں جو کہ غنائیہ نظم کے طور پر ہیں عیسائی حلقوں میں خصوصاً ایڈیسہ و نصیبین کی سریانی کلیسیا میں بہت مقبول تھیں۔ ان کا انکشاف بیسویں صدی کے پہلے عشرہ میں ہوا۔ ان نظموں کے مختلف تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے ذکر ہو چکا کہ ان نظموں میں بے عیب بتولہ کا ذکر ہے جو ایک بلند چوٹی پر کھڑی ہے۔ اس کے ساتھ ایک فرستادہ ہے وہ لوگوں کو دعوتِ حق دے رہے ہیں اور چاروں کونٹ منادی میں مصروف ہیں۔ (THE ODES OF SOLOMON NO. 33)

تیسری صدی کی کتاب اعمال توما میں توما کے تبلیغ ہند کے حالات درج ہیں۔ اس کتاب میں ۱۰۵ اشعار پر مشتمل ایک نظم ہے یہ نظم بھی شروع میں سریانی میں تھی۔ اِس نظم میں اشارے، کنائے اور استعارے کی زبان میں مضمون بیان ہوا ہے۔ اِس نظم میں ہے کہ دُور مشرق میں کوہِ وارقان کی بلندیوں پر بادشاہوں کے بادشاہ خاتونِ مشرق یا ملکۂ مشرق اور ان کے بیٹے کی حکومت ہے۔ یہ بیٹا "ثانوی درجہ کا بھائی" کہلاتا ہے۔

(THE APOCRYPHAL NEWTESTAMENT BY M.R. JAMES P. 411 - 415)

وارقان کے معنے سُریانی کی رُو سے سرسبز و شاداب کے ہیں۔ اِس استعارے سے معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] THE BOOK OF MARY OF ROPS P. 135-136

[2] THE APOCRYPHAL NEW TESTAMENT BY M.R.JAMES P.442

[3] پطرس کا مکتوب اوّل ۵/۱۳

خاتونِ مشرق حضرت مریم کو کہا گیا۔ خدا تعالیٰ کا نام بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور ثانوی درجہ پر مامور حضرت مسیح کا وجود ہے اور روارقان سے مراد ہمالہ ہے کیونکہ بھوشیہ پران میں ہے کہ عیسیٰ مسیح ہمالہ دیش میں آگئے تھے۔ راجہ شالیواہن نے ان کو وہاں پورے طور پر بسا دیا ـــــ اوّل الذکر سریانی نظم میں جس بلند چوٹی کا ذکر ہے قرائن بتاتے ہیں اس سے مراد بھی ہمالہ کے پہاڑ ہیں۔

حضرت مریمؑ کا انجام کیا ہوا؟ ـــــ ان کا آخری ذکر کاشغر کے آثار سے ملتا ہے۔ پروفیسر نکولس رُورخ نے ۱۹۳۰ء میں اپنا سفرنامہ "ہارٹ آف ایشیا" کے نام سے تحریر کیا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ بلادِ شرقیہ میں حضرت مسیحؑ کے سفرِ زندگی اور وہاں آنے کی روایت بتواتر ملتی ہے۔ کاشغر میں حضرت مریمؑ کے مدفون ہونے کی روایت ہے نہ صرف یہ کہ کشمیر۔ لدّاخ اور وسط ایشیا کے مختلف مقامات میں یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت مسیحؑ ان علاقوں میں آئے بلکہ ان کی والدہ کی آمد کے متعلق بھی روایت ملتی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:۔

> کاشغر سے تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر مریم مزار کے نام سے ایک مقبرہ موجود ہے۔ یہ قبر مقدس کنواری یعنی والدہ حضرت مسیح ناصریؑ کی بتائی جاتی ہے۔
>
> روایت بتاتی ہے کہ حضرت مریمؑ یروشلم سے صلیبی واقعہ کے بعد کاشغر میں ہجرت کر کے آگئی تھیں جہاں وہ وفات پا گئیں اور یہاں ان کا مزار بنایا گیا۔ یہ مقام آج کے دن تک زیارت گاہ ہے۔ (صہ ۳۹)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت مریمؑ کاشغر میں دفن ہیں یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ کشمیر اور کاشغر میں برابر بنی اسرائیل آباد تھے۔ البیرونی کی "کتاب الھند" میں ہے کہ پُرانے زمانے میں اہلِ کشمیر اپنے دَرّوں یعنی گذرگاہوں کی سختی سے حفاظت کرتے، باہر سے کسی قوم کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اس میں کچھ استثنیٰ تھا مثلاً یہودی داخل ہوسکتے تھے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں عبرانی نسل کے لوگ اِس کثرت سے آباد تھے کہ یہود کے آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔

اِسی طرح یسعیاہ ثانی کے صحیفۂ بائیبل میں ہے کہ بنی اسرائیل ارضِ سینیم[1] میں آباد ہیں وہاں سے خادمِ خدا کے پاس آئیں گے (یسعیاہ ۴۹/۱۲) جان ڈی ڈیوس کی بائیبل ڈکشنری میں ہے کہ

---

[1] عبرانی میں سینیم سے مراد چین ہے۔ نیو کیتھولک کومنٹری یسعیاہ ۴۹/۱۲

سین سے مراد ارضِ چین ہے لہٰذا سینیم سے مراد چینی ترکستان ہے۔ ظاہر ہے کشمیر اور کاشغر میں بنی اسرائیل آباد تھے۔ کشمیر اور کاشغر کے قریبی تعلقات تھے بعد میں دونوں کا الحاق ہوگیا۔ اس پس منظر میں اِس امر کا امکان ہے کہ حضرت مریمؑ اس وقت فوت ہوئیں جب وہ کاشغر میں آئی ہوئی تھیں جبکہ حضرت مسیحؑ اس کے بعد سرینگر کشمیر میں فوت ہوئے۔ بہر حال یوز آسف اور مزارِ مریمؑ کا پس منظر بڑا معنی خیز ہے۔

کوہ مری میں پنڈی پوائنٹ پر ایک مزارِ مریم ہے وہ بھی دعوتِ تحقیق دے رہا ہے۔ مصر کے آثار سے ملنے والی انجیل فلپ میں ہے کہ

> تین مریم نامی خواتین ہمیشہ حضرت مسیح کے ساتھ چلتی رہیں ایک مریم ان کی والدہ تھیں ایک مریم مگدلینی ان کی رفیقۂ حیات اور ایک مریم رشتہ میں ان کی بہن تھیں۔

کاشغر اور مری میں دو مریم نامی خواتین کے مزاروں کا ملنا ایک عظیم الشان انکشاف کی بنیاد بن سکتا ہے ۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"انبیاءؑ اور اولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہی پر ابتلاء نازل ہوتے ہیں اور انہی کی قوتِ ایمانی ان آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے۔ عوام النّاس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے اس کے خاص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں بالخصوص ان محبوبانِ الٰہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام النّاس بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ ان کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اس کی شاخ تراشی اِس غرض سے نہیں کرتا کہ اس کو نابود کر دیوے بلکہ اِس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودہ پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ و بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاءؑ اور اولیاء کی تربیتِ باطنی اور تکمیلِ روحانی کے لئے ابتلاء کا ان پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلاء اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربّانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں اور جس شخص کو اس سُنّت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ استدراج ہے نہ کامیابی۔"

تحریکِ وقفِ نَو

آئندہ دو سالوں میں پیدا ہونیوالے بچّوں کو خدا کی راہ میں ابھی سے وقف کریں

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ اپریل ۱۹۸۷ء میں فرماتے ہیں :-

"میں نے سوچا کہ ساری جماعت کو میں اِس بات پر آمادہ کروں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے جہاں ہم دعوتِ اِلی اللہ کے ذریعہ روحانی اولاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں ہم اپنے آئندہ دو سالوں میں پیدا ہونے والے بچّوں کو خدا کی راہ میں ابھی سے وقف کر دیں اور یہ دعا مانگیں کہ اے خدا ہمیں ایک بیٹا دے لیکن اگر تیرے نزدیک ہمارے ہاں بیٹی ہونا ہی مقدّر ہے تو ہماری بیٹی ہی تیرے حضور پیش ہے۔ مائیں یہ دعائیں کریں مافی بطنی جو کچھ ہمارے بطن میں ہے اسے قبول فرما۔ والد ابراہیمی دعائیں کریں کہ اے خدا ہمارے بچّوں کو اپنے لئے چُن لے۔ ان کو اپنے لئے خاص کر لے۔ وہ تیرے ہو کر رہ جائیں۔

یہ تحریک مَیں اِس لئے کر رہا ہوں کہ آئندہ صدی میں واقفین بچّوں کی ایک عظیم الشان فوج ساری دُنیا سے آزاد ہو رہی ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی غلام بن کے اگلی صدی میں داخل ہو رہی ہو۔ ہم چھوٹے چھوٹے بچّے خدا کے حضور تحفہ کے طور پر پیش کر رہے ہوں"

احباب جماعت اِس طرف توجّہ فرمائیں اور حضور کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے اپنے نومولود اور اپنے پیدا ہونے والے بچّوں کو اپنے آقا کی خدمت میں وقف کے لئے پیش کریں۔

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

حقیقی مُرادیابی

"جو شخص مشکل اور مصیبت کے وقت خدا سے دعا کرتا ہے اور اس سے حلّ مشکلات چاہتا ہے وہ بشرطیکہ دعا کو کمال تک پہنچا دے خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے اور اگر بالفرض وہ مطلب اس کو نہ ملے تب بھی کسی اَور قسم کی تسلّی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو عنایت ہوتی ہے اور وہ ہرگز ہرگز نامرادُ نہیں رہتا اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوّت اس کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے لیکن جو شخص دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف مُنہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور اندھا مرتا ہے .....

جو شخص رُوح کی سچائی سے دعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے بلکہ وہ خوشحالی جو نہ صرف دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس پیرایہ میں چاہے وہ عنایت کرسکتا ہے ہاں وہ کامل دعاؤں سے عنایت کی جاتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک مخلص صادق کو عین مصیبت کے وقت میں دعا کے بعد وہ لذّت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تختِ شاہی پر حاصل نہیں ہو سکتی۔ سو اس کا نام حقیقی مرادیابی ہے جو آخر دعا کرنے والوں کو ملتی ہے"

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (ایّام الصّلح) صفحہ ۲۳۷)